جلد ۱۸ احسان ۱۳۵۶ ھش شمارہ ٦

جون ۱۹۷۷ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے

بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اسی روپے

بیرونی ممالک بحری ڈاک — چالیس روپے

قیمت پرچہ ھذا — ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

• احسان ۱۳۵۶ ہش
• جمادی الثانی ۱۳۹۷ ہجری
• جون ۱۹۷۷ء

ایڈیٹر
سید عبدالحی

قیمت سالانہ
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر ...... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ...... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ...... دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شمارہ ۶	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	جلد ۱۸

احسان ۱۳۵۶ ہش

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا

گزشتہ ماہ کی ۲۲ اور ۲۳ تاریخ کی درمیانی شب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا ایک طویل علالت کے بعد اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے متعلق فرمایا تھا یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ کہ مسیح موعود ایک خاص اہمیت کی شادی کرے گا۔ اور اسے خاص شان کی حامل اولاد عطا کی جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ خاص انتظام فرمایا کہ سادات کی ایک مبارک خاتون سے آپ کی شادی ہوئی۔ اور قبل از وقت الہامی بشارات کے مطابق اللہ تعالےٰ نے اس مبارک خاتون سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اولاد عطا فرمائی۔ اس اولاد میں سے ہر ایک علی حسب مراتب شعائر اللہ میں سے تھا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم کا وجود بھی انہی شعائر میں سے تھا جو خدا تعالیٰ کی ذات کا ثبوت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان تھا۔ حضور نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب حقیقۃ الوحی میں اپنی صداقت کے نشانات میں سے ۳۷ واں نشان حضرت نواب مبارکہ بیگم کی پیدائش کو قرار دیا ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔

"سینتیسواں نشان یہ ہے کہ بعد اس کے (حضرت مرزا شریف احمدؓ کی پیدائش کے بعد) خدا تعالےٰ نے حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت دی اور اس کی نسبت فرمایا تُنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ۔ یعنی زیور میں نشوونما پائے گی یعنی نہ خوردسالی میں فوت ہوگی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ چنانچہ بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مبارکہ بیگم رکھا گیا۔" (حقیقۃ الوحی)

حضور کی اس صاحبزادی کا نام الہاماً "نواب مبارکہ بیگم" بتایا گیا تھا اور حضور کو یہ بھی اطلاع دی گئی تھی

کہ اللہ تعالیٰ اس خاتون کو بخت برتر عطا فرمائے گا۔

ان الہامات کی ظاہری تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ آپ حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان رضی اللہ عنہ رئیس مالیر کوٹلہ سے بیاہی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو لمبی عمر دی۔ بخت برتر دیا اور آپ اپنے خاندان اور جماعت کے لئے بابرکت ثابت ہوئیں۔ لیکن حضرت نواب مبارکہ بیگم کی باریک نظری اور انکسار ملاحظہ ہو۔ آپ نے ایک موقعہ پر تحریر فرمایا۔

"نواب مبارکہ بیگم" کا لقب نوابی خاندان میں شادی کے سلسلہ میں میرے لئے ہرگز قابلِ فخر نہیں۔ ..... مجھے تو میرے خدا نے ایک نام دیا۔ اس کے بہت مبارک اور وسیع معنے ہوں خدا کرے۔ ویسے میرے میاں مرحوم کی جو قدر و عزت ان کے اعلیٰ ایمان کو دیکھ کر میں نے پہچانی وہ کسی نے نہ پہچانی ہوگی۔ ان کی وہ شانِ مومنانہ میری نظر میں نوابی سے کروڑوں درجے بڑھ کر تھی اور ہے۔

آپ کا وجود شعائر اللہ میں سے تھا اور آپ کی ذات جماعت کے لئے خیر و برکت کا موجب۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں آپکی نعتیں آپ کے برجستہ اور ضرورت کے مطابق مضامین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے متعلق آپ کی محتاط روایات زندہ وجاوید رہیں گی۔ اللہم لا تحرمنا اجرھا ولا تفتنا بعدھا۔

حضرت مولانا ابوالعطاء رضی اللہ عنہ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے بزرگ قائد تربیت اور سلسلہ کے جید عالم استاذی المحترم مولانا ابوالعطاء رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ایک عظیم جماعتی نقصان ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی ساری زندگی اسلام اور احمدیت کی خدمت میں گزری طالب علمی کے زمانہ سے ہی آپ نے آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ معرکۃ الآراء مناظرے کئے۔ ایک لمبا عرصہ بلاد عربیہ شام۔ فلسطین اور مصر میں مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو پہنچایا۔ فلسطین میں قیام کے دوران بہائیوں کی خفیہ شریعت کتاب اقدس کو حاصل کر کے اس کی اشاعت آپ کا ایک عظیم کارنامہ تھا۔

احمدنگر اور ربوہ میں حضرت مولوی صاحب کی رہائش گاہ میں حضرت مسیح موعود کا شعر ؎

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند ۔ زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ہمیشہ آویزاں رہتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب نے اس شعر کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل قرار دیتے ہوئے قرآن کریم کے علوم کی اشاعت کے لئے اپنا ماہوار رسالہ الفرقان جاری فرمایا۔ حضرت مولوی صاحب کی محنت۔ شوق۔ حسن انتخاب ماہرانہ ادارت۔ وسیع علمی تجربہ اور ذوقِ سلیم کے نتیجہ میں یہ رسالہ بلند پایہ مضامین اور برجستہ شذرات کی وجہ سے اپنوں اور غیروں میں یکساں مقبول ہوا۔ گذشتہ ۲۵ برس تک اس رسالہ نے جماعت کی عظیم علمی اور تبلیغی خدمت انجام دی۔

(باقی صفحہ [illegible] پر)

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اولاد کی تربیت کیجئے

"خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ اب اگر انسان خود مومن نہیں بنتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل منشاء کو پورا نہیں کرتا ہے اور پورا حقِ عبادت ادا نہیں کرتا۔ بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتا ہے۔ تو ایسے آدمی کی اولاد کے لئے خواہش کیا نتیجہ رکھے گی۔ صرف یہ کہ گناہ کرنے کے لئے وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ خود کونسی کمی کی ہے جو اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب تک اولاد کی خواہش اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے۔ بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے۔ اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہوگا۔

اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں۔ جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوجاتے ہیں ... لوگ اولاد کی خواہش کرتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ وہ خادم دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے۔ اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی اس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور یہ تب ہی میسر ہو سکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں۔" (الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک فارسی نظم کا
منظوم ترجمہ

از حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کردی

اے محبت کیا اثر تُو نے نمایاں کر دیا
زخم و مرہم کو رہِ جاناں میں یکساں کر دیا

ہمہ مجموعِ دو عالم تو پریشاں کردی
ہمہ عشاق تو سرگشتہ و حیراں کردی

تُو نے "مجموعِ دو عالم" کو پریشاں کر دیا
عاشقوں کو تُو نے سرگرداں و حیراں کر دیا

ذرّہ را تو بیک جلوہ کنی چوں خورشید
اے بسا خانہ کہ تو چوں مہِ تاباں کردی

تیرے جلووں نے بہت ذرّے کئے خورشید وار
خاک کی مُٹھی کو مثلِ ماہِ تاباں کر دیا

وہ چہ اعجاز نمودی کہ بیک جلوۂ فیض
در رفتن بزدی آمدن آساں کردی

تیرے زائر ہیں ترے اعجاز کے منت پذیر
واپسی کے چُن دئے در۔ دخل آساں کر دیا

ہوشمندانِ جہاں را تو کنی دیوانہ
اے بسا خانۂ فطنت کہ تو ویراں کردی

ہوشمندانِ جہاں کو تُو نے دیوانہ کیا
"خانۂ فطنت" بسا اوقات ویراں کر دیا

جانِ خود کس نہ دہد بہرِ کسے از صدق و وفا
راست ایں است کہ ایں جنس تو ارزاں کردی

کون دیتا جان دُنیا میں کسی کے واسطے
تُو نے اس جنسِ گراں مایہ کو ارزاں کر دیا

بر تو ختم است ہمہ شوخی و عیاری و ناز
ہیچ عیار نباشد کہ نہ نالاں کردی

ختم ہیں تجھ پر جہاں کی شوخیاں عیاریاں
کیسے کیسے تو نے عیاروں کو نالاں کر دیا

ہر کہ در حیرت افتاد تو بریاں کردی
ہر کہ آمد برِ تو شاد تو گریاں کردی

آگرا جو آگ میں تیری وہ بھن کر رہ گیا
جانتے تھے جو نہ رونا اُن کو گریاں کر دیا

تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

اے جنوں دیوانہ ہو کر ہوش آیا ہے مجھے
میں ترے قربان! تُو نے یہ تو احساں کر دیا

اے تپِ عشق بنازم کہ بدیں خونخواری
کافر استی مگرم مردِ مسلماں کردی

تیری خوں خواری مسلّم ہے تپِ عشقِ شدید!
خود تو ہے کافر مگر ہم کو مسلماں کر دیا

ہمہ جا شورِ تو بینم چہ حقیقت چہ مجاز
سینۂ مشرک و مسلم ہمہ بریاں کردی

ہر جگہ ہے شور تیرا کیا حقیقت کیا مجاز
مشرک و مسلم سبھی کو "سینہ بریاں" کر دیا

آں مسیحا کہ بر افلاک مقامش گویند
لطف کردی کہ ازیں خاک نمایاں کردی

وہ مسیحا جس کو سنتے تھے "فلک پہ ہے مقیم"
لطف ہے اس خاک سے تو نے نمایاں کر دیا

(ایڈیٹوریل بقیہ صہ ۳)

الفرقان کی ادارت آپ کے ان علمی اور انتظامی فرائض کے علاوہ تھی جو سلسلہ نے آپ کے سپرد کئے تھے۔

آپ کا وجود سراپا شفقت تھا۔ نرم گفتار، شگفتہ مزاج، خلیق، مہمان نواز اور سادہ طبیعت تھے۔ بحیثیت ایک شفیق استاد، مخلص مربی، عظیم مناظر، ایک متبحر عالم اور مردِ مومن آپ نے اپنے ملنے والوں پر نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نمایاں سعادت بھی عطا فرمائی تھی کہ آپ نہ صرف خود سلسلہ کے خادم تھے بلکہ آپ کے تین فرزند اس وقت مختلف میدانوں میں سلسلہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہٗ

قراردادِ تعزیت بر وفات حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
منجانب اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ کا یہ غیر معمولی اجلاس حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات پر انتہائی رنج والم کا اظہار کرتا ہے۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دختِ نیک اختر تھیں اور اللہ تعالیٰ کے متعدد خاص نشانات کی مظہر تھیں۔ آپ کی ولادت سے قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً یہ بشارت دی کہ "تُنَشَّأُ فی الحلیۃ" یعنی زیور میں نشو ونما پائے گی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کی یہ تشریح فرمائی کہ یہ دختر نیک اختر نہ تو خوردسالی میں فوت ہوگی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ چنانچہ بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مبارکہ بیگم رکھا گیا۔ اس کی پیدائش سے جب سات روز گزرے تو عقیقہ کے دن ہی یہ خبر آئی کہ پنڈت لیکھرام پیشگوئی کے عین مطابق کسی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تب ایک ہی وقت میں دو نشان پورے ہوئے (حقیقۃ الوحی ص ۲۲۷-۲۲۸)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام میں آپکو "نواب مبارکہ بیگم" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اور اس خدائی بشارت کے عین مطابق آپ کی شادی ریاست مالیرکوٹلہ کے ایک انتہاء درجہ کے مخلص اور فدائی احمدی (جنہیں خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں حجۃ اللہ کا خطاب دیا تھا) حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ساتھ طے پائی۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا وجود تمام جماعت کے لئے انتہائی قیمتی وجود تھا۔ آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ کے متعلق بالخصوص حضور کی پاکیزہ گھریلو زندگی کے بارہ میں بہت سی قیمتی روایات کی امین تھیں۔ ذکر حبیب کے موضوع پر آپ کے گرانقدر مضامین ایک خاص شان اور عظمت کے حامل ہیں۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لٹریچر میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے بلند روحانی علمی اور ادبی منظوم کلام آپکے بے انداز فیوض و برکات اور احسانات تاریخ احمدیت میں ہمیشہ ہمیش یادگار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت کو یہ عظیم صدمہ صبر کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا کرے اور اس بزرگ ہستی کی وفات کے باعث جن برکات سے ہم محروم ہو گئے ہیں اپنے فضل سے انہیں ہم میں جاری رکھے آمین ثم آمین ۔۔۔ ہم جملہ اراکین مجلس انصار اللہ اس جانکاہ صدمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ، مکرم نواب محمد احمد صاحب، مکرم نواب محمود احمد صاحب اور تمام افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ افراد کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (ہم ہیں اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

قرارداد تعزیت بر وفات حضرت مولانا ابو العطاء صاحب

منجانب اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ نے اپنے غیر معمولی اجلاس میں حسب ذیل قرارداد تعزیت منظور کی۔

ہم اراکین و صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ اپنے قائد تربیت مخدوم و محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندہری کی وفات حسرت آیات پر انتہائی رنج و الم اور دلی صدمہ و غم محسوس کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم مجلس انصار اللہ کے ایک ذمہ دار رکن اور عہدہ دار تھے۔ آپ نے مختلف وقتوں میں قائد عمومی۔ قائد اصلاح و ارشاد قائد تربیت اور نائب صدر مجلس انصار اللہ کے عہدوں پر فائز رہ کر تادم واپسی نہایت قابل قدر کام کیا۔ آپ کو جماعتی تربیت و اصلاح کا خیال خاص طور پر رہتا۔ جس کے لئے آپ زندگی بھر قلمی، لسانی اور حالی طور پر مصروف رہتے۔

آپ بفضل خدا ایک جید عالم، عظیم مبلغ، کامیاب مناظر ہونے کے علاوہ زبردست صاحب قلم بھی تھے۔ آپ کی ساری عمر خدمت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف رہی۔ بلادِ عربیہ میں بھی آپ کی نمایاں خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ کا تمام بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا کر خدمت دین کے لئے وقف کر دینا، اسوۂ ابراہیمی کو تازہ کرنا ہے اور قابل صد ستائش و تقلید نیک نمونہ ہے۔ آپ کے تین جواں سالی فرزند اس وقت بھی جاپان اور افریقہ میں دینی و ملی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ غرضکہ روح قربانی۔ خدمت دین اخلاص تقویٰ و فاشعاری۔ پابندی عہد وقف کے لحاظ سے آپ نمایاں حیثیت کے مالک اور عالم باعمل، صاحب کردار عظیم بھی تھے۔ خلافت احمدیہ کے دست و بازو کے طور پر آپ کی مخلصانہ اور جانثارانہ مساعی کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے۔ کہ آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خالد کا جلیل القدر خطاب پایا۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خالد احمدیت کی اسلام اور احمدیت کے لئے عمر بھر بجا لائی گئی خدمات کو قبولیت سے نوازے۔ آپ کو اپنے چنیدہ بندوں کے ساتھ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آپ کی اولاد اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اور ہر طرح ان کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین

تبرکات

سورۂ وَالنَّاس کی ایک لطیف تفسیر

از حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ

(مشہور جلسہ اعظم مذاہب (دھرم مہوتسو) منعقدہ ۲۶ تا ۲۹ر دسمبر ۱۸۹۶ء بمقام لاہور جس میں اسلام کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معرکۃ الآراء مضمون حضور کے شاگرد خاص حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہٗ نے پڑھا تھا اور جو بعد میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا اس میں انجمن یحیٰو کمیٹی کی طرف سے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے چھ ماڈریٹر صاحبان مقرر کئے گئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب طبیب شاہی بھی تھے۔ مختلف اجلاسوں کی صدارت انہی مقررہ ماڈریٹرز صاحبان نے کی۔ آخری اجلاس ۲۹ر دسمبر کو ہوا اور اس کی صدارت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ نے فرمائی۔ آپ نے اپنی اختتامی صدارتی تقریر میں سورۂ والناس کی تشریح کرتے ہوئے موقعہ کے لحاظ سے ایک نہایت پُرمعرفت تقریر فرمائی۔ جو جلسہ میں پیش سوال" انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں" اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اس کے پُرمعارف جواب کے پس منظر کے [illegible] ایک لطیف تفسیر ہے میرے علم کے مطابق یہ تقریر ابھی تک سلسلہ کے لٹریچر میں شائع نہیں ہوئی۔ اس لئے اسے ایگزیکٹو کمیٹی کی طرف سے شائع کردہ مفصل رپورٹ سے نقل کرکے قارئین کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

آپ نے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (امّا بعد) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ

شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔

صاحبان! مَیں اس قلیل سے قلیل وقت میں آخری تقریر کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ مَیں کھڑے ہوتے ہوئے حیران تھا کہ کیا کہوں مگر کھڑے ہونے اور حیرانی کے بعد یہی دل میں آگیا کہ قرآن کریم کا خاتمہ جلسہ کے خاتمہ پر سنادوں۔ قرآن شریف کتبِ سماویہ کی خاتم اور اس کی یہ سورت کہ جس کو میں نے کھڑے ہو کر پڑھا ہے قرآن کریم کی خاتم ہے۔ اس لئے اس سورۃ کو بڑی مناسبت ہوگی۔

صاحبان! آپ تعجب کریں گے کہ اس سورۂ شریف میں کسی خاص مذہب پر کوئی خصوصیت سے حملہ نہیں۔ جیسے اس پاک کتاب کی ابتدائی سورۃ سورۂ فاتحہ میں ایسی تعلیم اور دعا ہے جو سماوی اور اخلاقی مذاہب میں کسی مذہب پر رد نہیں۔

صاحبان! مَیں نے سورۃ کے پہلے عربی کا ایک ایسا فقرہ پڑھا ہے جس کو اسلام کا اصلی اصول یقین کرنا چاہیئے۔ یعنی کلمہ طیبہ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز ہے جسے ہم کو کامل محبت۔ کامل تعلق۔ جو کامل مطلوب غایت مقصود ہو اور معبود ہو اللہ تعالےٰ کے سوا نہیں۔ دنیا میں جس قدر سماوی مذہب آئے سب یہی تعلیم لائے مگر ہادیوں اور اس راہ کے دکھانے والوں کے اتباع نے آخران توحید کے سکھانے والوں۔ یہ سچا راہ دکھلانے والوں کو اللہ بنالیا۔ مخلوق کو معبود بلکہ ان ہادیوں کو ہی خدا مان بیٹھے۔ ان ہی سے کامل محبت کامل تعلق۔ انہیں کو کامل مطلوب اور غایت مقصود قرار دے دیا۔

اس واسطے خاتم الانبیاء نے اپنی عبودیت کے اقرار کو اس کلمہ کا لازمی جزو قرار دے دیا۔ تاکہ امتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پھر شرک میں گرفتار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہادیٔ کامل کی عبودیت کو ہر وقت توحید کے ساتھ یاد رکھیں گے۔ تو کسی دوسرے کو کیوں معبود بنانے لگے۔ مسلمان لوگ اسی واسطے علی العموم اس طرح شرک میں گرفتار نہیں جس طرح گراوہ اقوام۔ سو اس کلمہ کے پڑھنے سے ایک مومن اپنا کامل مقصود اپنا کامل معبود۔ اپنا کامل مطلوب اپنی غایت ایک ذات کو ٹھہراتا ہے، جسے اللہ کہتے ہیں اور مقامِ شکر یہ ہے کہ عموماً جس قدر تقریریں مختلف مذاہب کی طرف سے جلسہ میں ہوئیں ان ہوں نے بھی اس مطلوبِ حقیقی کی مہماکی کہ جس کی شان میں لا الٰہ الا اللہ آیا۔ اور اس کی یہاں سب نے گواہی دی ہے۔

صاحبان! اس کلمہ کے بعد اب میں اس سورۃ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں جس کو میں نے پڑھا ہے۔
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِکِ النَّاسِ۔ اِلٰہِ النَّاسِ۔ اس سورۃ شریف کی ابتداء میں باری تعالیٰ نے تین نام ظاہر فرمائے ہیں۔ اور اس جلسہ کے پہلے سوال میں ایسے ہی تین امور کا ذکر ہے کہ جن کا فرداً فرداً تعلق

ان تین ناموں سے ہے۔ وہ تین انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالت کا بیان ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاسِ۔ غور فرمایئے ابتداء میں انسان ایک جسم ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ۔ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا اور بے ریب جب انسان کا بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ تو بجز اس کے کہ اس کو جسمانی ضرورتیں سب سے پہلے پیش آتی ہیں اور کن علوم کی اس کو ضرورت ہے؟ اور بالکل ظاہر ہے کہ اگر مولےٰ کریم رب العالمین اس کی ربوبیت نہ فرمائے۔ اور چوسنے پھر گلے سے اتارنے کا علم نہ بخشے۔ پھر ہضم کی نالیاں اس غذا پر تصرف نہ کریں۔ پھر شریانوں اور پھیپھڑہ میں خون صاف ہوکر جزو بدن نہ ہو تو انسانی نشو و نما کا کیا ٹھکانا ہے؟ اسی طرح جسمانی غذا میں ماں کی چھاتیوں اور حیوانات کے عمدہ دودھ میسر نہ آدیں تو نوزائیدہ انسان کی نسبت کسی کامیابی کیا امید ہوسکتی ہے۔ اسی طرح روشنی اور ہوائیں عمدہ طور پر اسے نہ پہنچیں تو انسان کی جانبری کیونکر ممکن ہے؟

صاحبان! انسان کی اس حالت پر نظر کرو جو اس کو نطفگی کی حالت میں لاحق ہے۔ اور ہر انسان کے اس کمال و استواری پر نظر کر جاؤ۔ جس میں وہ اپنے دائرہ کمال کی تکمیل کرتا ہے۔ اور پھر انصاف سے دیکھو کہ یہ تمام سامان کمالاتِ جسمانیہ اپنے اصول و فروع سے کس نے عطا فرمائے۔ تو آپ یقین فرمائیں گے کہ ایک ربّ النّاس جس نے اس کو ایک طرف جذب مواد طیبہ کی طاقتیں عطا فرمائیں۔ دوسری طرف مواد طیبہ کا بے انت خزانہ مہیا فرما دیا۔ چونکہ وہ ذات پاک طیّب اور ہر ایک خبث و نجاست سے منزّہ ہے۔ انسان کے جسمانی حالات کی ترقی کے لئے بھی اس نے کیسے کیسے اسباب طیبہ مہیّا کر دیئے ہیں۔

جب انسان اپنی جسمانی حالت کی ایک حد تک تکمیل کر لیتا ہے تو اس کی عمدہ پرورش کے بعد انسان کے اخلاق کا نشو و نما ہوتا ہے۔ کبھی اس کو انواع و اقسام کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے رنگا رنگ خوراک کے لئے ہر قسم کے غلہ، پھل، پانی، عرق، شیر، سبزیاں، ترشیاں، جمع کرتا ہے۔ پہننے کے واسطے اور ایسا ہی گرمی، سردی، ہوا، رشتی، بارش اور گرد و غبار سے بچنے کے لئے ایسا ہی محنت و مزدوری، عیش و عشرت، جنگ وغیرہ وغیرہ حالات مختلفہ کے لئے اسے مختلف اسباب مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ اپنے آرام کی خاطر اس کو مکانات بنانے پڑتے ہیں۔ انسان کو گرمی سردی غبار، بارش کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اپنی ضروریات کے واسطے مختلف چیزیں رکھنا چاہتا ہے۔

قوائے شہوانیہ اور بقائے نسل کے خیال سے اس کو اپنے جوڑہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔

قوائے غضبیہ کو بھی اسے جوش میں لانا پڑتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ اس کے اغراض و مطالب ضروریہ اور صحیحہ میں کوئی روک ڈالتا ہے۔ انسان کو اپنے مطالب جسمانیہ اور اخلاقیہ میں گاہے قوت استقلال و ہمت بلند کے ساتھ شجاعت اور بہادری سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ اور جب اس کے بنی نوع سے کوئی اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس کے اغراض و

مطالب اور شہوات۔ و بلند حوصلگی و کامیابی میں حملہ کرتا ہے تو اس کو بادشاہوں اور حکام کی احتیاج پڑتی ہے اور کبھی حکام میں سے اس کا محتاج ہو ساکم۔ قوت۔ عدل۔ انصاف۔ رحم۔ شفقت۔ غور و فکر سے کام نہیں لیتا۔ تو اس کی فطرت کو ایسی عظیم الشان طاقت کی طرف جھکنا پڑتا ہے جو سب حکام کا حاکم اور سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اس کے حضور گڑگڑاتا ہے کہ میرے دشمنوں اور میرے ظالم حاکموں کا تو انصاف کر اور میرے مطالب و مقاصد میں تو میرا انصاف فرما۔ اس بادشاہ عظیم الشان کا نام ملک الناس ہے۔

نیز خود انسان کے لئے۔ اگرچہ اکثر اوقات ایسے بادشاہ ہوتے ہیں جو اس کو جرائم کے ارتکاب اور امن کی خلاف ورزی پر سزا دیتے ہیں۔ مگر بعض جگہ اور بعض موقعوں پر یا تو حکام و بادشاہ موجود ہی نہیں ہوتے جیسے بعض مہذب بلاد میں بھی بعض وقت ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے۔ اور بعض مکانات اور میدانوں اور پہاڑوں میں ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ اور غیر مہذب بلاد میں تو اکثر ہی ایسے مواقع پیش آتے رہتے ہیں۔ نیز ارتکاب جرم کے وقت اگر دنیوی حکام اور ناظم اگرچہ اپنے قوانین کے رو سے انسان کی اخلاقی حالت اور انسان [1] حالت پر اثر ڈال سکتے ہیں جیسے [2] .... مگر ان کے ان اندرونی جوشوں پر جن کے باعث کوئی انسان جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایک ایسی زبردست طاقت کا اقتدار انسان کی اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے ضروری ہے جس کی نگرانی پر یقین انسانی یہاں تک بڑھا ہوا ہو کہ وہ انسان کے موجودہ یا آئندہ ارادوں کا علم رکھتا ہے۔ اور یہ بھی بد اخلاق کو سزا دیتا ہے اس کا نام اس سورۃ شریف میں ملک الناس ہے۔

کیا معنی کہ وہ بادشاہ جو انسان کے قوائے علمیہ اور عملیہ اور انسانی علم و عمل اور انسانی کرم اندریوں بلکہ گیان اندریوں پر حکمران ہے۔ پھر جسمانی اخلاقی دونوں حالتوں کی تکمیل کے بعد انسان کی روحانی حالت زور پکڑتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب انسان کا جسم کمال پر پہنچا۔ اور ہر قسم کی تکالیف سے صحیح و تندرست ہوا۔ تو انسان کو اخلاق فاضلہ کی ضرورت ہے۔ مگر جب جسم اور اخلاق دونوں کمال کو پہنچ جاویں۔ تو اب اس کو ابدی اور لازوال آرام کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اگر بقا کی خواہش انسان کی فطرت و جبلت میں نہ ہوتی تو علم طب کی یہ ترقی تم نہ دیکھتے جو آج نظر آتی ہے اور مذہب کی تحقیق پر کوئی جلسہ نہ ہوتا۔ نیکی اور نیک چلنی کے اصول منضبط نہ ہوتے۔

روح کی کامل محبت اور پورا پیار اور پوری چیز جس میں روح کو کامل طمانیت ہے۔ اس کا نام ہے اسلام میں اللہ۔ تمام تعلقات سے خواہ جسمانی ہوں خواہ اخلاقی اندرونی ہوں یا بیرونی جب انسان کو آرام نہیں ملتا۔ تو خود فطرت انسان کے لئے راحت بخش ہے اس کا نام ہے اِلٰہ النّاس۔ انسان کا اصل مطلب۔ اور غایت درجہ کا محبوب اور معبود۔

غرض انسان کے تینوں حالتوں جسمانی۔ اخلاقی۔ روحانی میں۔ جو جسم کا مربی قویٰ کا مربی روح کا مربی ہے۔ اس کو اس سورۃ میں رب النّاس کہا ہے۔

---

[1] اصل میں جگہ خالی ہے۔ [2] عبارت پڑھی نہیں جاتی

. . . . اور جب وہ ذات جسمانی ۔ اخلاقی ۔ روحانی اعمال ۔ اقوال اعتقادات پر جزا دیتی ہے۔ تب اس کا نام ملک الناس اور جب وہ انسان کا اصل غرض ذاتی محبوب غایت مقصود بنتا ہے تو اس کو الہ الناس کہا ہے۔ میرے پیارے امام حجۃ الاسلام نے اپنے بے نظیر مضمون میں اسکی مفصل بحث فرمادی ہے۔

اب غور فرمادیں جب ہر صورت میں انسان کی حالتوں کی طرف اشارہ کرکے اللہ کریم نے فرمایا کہ رب بھی مَیں ہوں اور بادشاہ بھی مَیں ہوں اور محبوب و مطلوب اور غایت مقصود بھی مَیں ہی ہوں تو میرے بندو مجھ کامل پاک ذات سے پناہ مانگ لو اور کہہ دو ہاں ہر ایک انسان تم میں سے کہہ دے کہ میں ربوبیت اور ضرورت حکومت میں اور ضرورت محبت میں رب الناس ۔ ملک الناس ۔ الٰہ الناس کی پناہ مانگتا ہوں ۔ اور پناہ بھی کس امر میں من شرِ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ۔

صاحبان! تم نے مختلف مضامین سنے اور ان میں اس قسم کی باتیں تمہارے کانوں میں پہنچ کر دلوں اور تمہاری آنکھوں پھر دلوں تک پہنچیں جن میں صداقت اور کامل راستبازی ہوگی۔ اور ایسی بھی جن میں محض کذب و افترا اور دھوکا ہوگا یہ قرآن کی آخری سورۃ کیسی بے نظیر اور لطیف ہے جس میں یہ بیان ہے کہ تم اللہ کریم المولیٰ الرؤف الرحیم رب الناس ۔ ملک الناس ۔ الٰہ الناس سے پناہ مانگ لو۔ تمام ان غلطیوں اور وسوسوں سے جو کسی موشوش کے نظارہ یا کلام سے پیدا ہوتے ہوں۔

کیونکہ ان وسوسوں کی مثال ہو بہو اس تکلیف رساں کتے کی سی ہے جو آنکھوں پر کاٹنے کے لئے تیار ہے جس طرح اس کتے سے بچنے کے لئے ہم کو اس کے مالک کی پناہ مانگنی ہے اور اگر اس کا مالک ہمیں بچانا چاہے اور اس کتے کو دھتکار دے تو کیا مجال کہ وہ کتا کسی کو کاٹ کھائے ۔ اسی طرح انسانی یا شیطانی وسوسوں سے بچنا بھی اس وجود کی پناہ سے ہوگا۔ جو کل مخلوقات کا رب اور مالک اور محبوب ہے۔

وسواس نام ہے ہر ایک ایسی چیز کا جس کا بُرا ہونا ہم سے مخفی رہ گیا اور جس کی بدی سے ہم بےخبر رہے ۔ اور جس کی شرارت ہمارے جسم پر یا اخلاق پر یا روحانی معاملات پر بُرا اثر ڈالتی ہو۔ یا ڈالا ہو۔ اور ہمیں اسکی اطلاع نہ ملی ہو۔ چاہے وہ مخفی چیز ہو چاہے وہ انسان ہاں شیطان بصورت انسان سے میں اپنے لئے آپ یہ دعا مانگتا ہوں اور آپکو یہ دعا مانگنے کی سفارش کرتا ہوں کہ اس جلسہ میں جو کچھ ہم نے سنا۔ اس میں سے جو کچھ ہمارے جسم، اخلاق اور روح کے مفید نہ ہو بلکہ کسی نہ کسی مخفی طریق سے وہ نقصان رساں ہوں۔ اس سے آپ اُس سے پناہ مانگیں جو رب الناس ۔ ملک الناس ۔ الٰہ الناس ہے کیونکہ انہیں تین صفات کے ماتحت انسانی جسم اخلاق اور روح کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور عرض کرتا ہوں کہ یہ قرآن کی خاتم اب اس جلسہ کا خاتم ہو۔ فقط

۔ ابتلاؤں کے دور میں ۔

جماعت مومنین کا کردار

۔ (مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ) ۔

۔ (قسط نمبر ۲) ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کس قدر ظلم ہوئے کونسا دکھ تھا جو نہ دیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ عبادت کر رہے تھے کہ آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر لوگوں نے کھینچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں آگئے۔ اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے آپ کو چھڑایا کہ اے لوگو کیا تم ایک آدمی کو اس جرم میں قتل کرتے ہو۔ کہ وہ کہتا ہے کہ خدا میرا آقا ہے۔ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی پیٹھ پر اونٹ کی اوجھری لاکر رکھ دی گئی۔ اور اس کے بوجھ سے اس وقت تک آپ سر نہ اٹھا سکے۔ جب تک کہ بعض لوگوں نے پہنچ کر اس اوجھری کو آپ کی پیٹھ پر سے ہٹایا نہیں۔ ایک دفعہ آپ بازار سے گزر رہے تھے کہ مکہ کے اوباشوں کی ایک جماعت آپ کے گرد ہو گئی اور راستہ بھر آپ کی گردن پر تھپیڑ مارتی چلی گئی کہ لوگو! یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔

آپ کے گھر میں ارد گرد کے گھروں سے متواتر پتھر پھینکے جاتے تھے۔ باورچی خانہ میں گندی چیزیں پھینکی جاتی تھیں جن میں بکروں اور اونٹوں کی انتڑیاں بھی شامل ہوتی تھیں۔ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ کے اوپر گرد و غبار ڈالی جاتی حتیٰ کہ مجبور ہو کر آپ کو چٹان میں سے نکلے ہوئے ایک پتھر کے نیچے چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی تھی۔

آپ خدا تعالے کا پیغام پہنچانے طائف گئے تو اوباشوں نے کتے اپنے ساتھ لئے لڑکوں کو اکسایا اور پتھروں سے اپنی جھولیاں بھر لیں۔ اور بیدردی سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر پتھراؤ شروع کیا۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو شہر سے دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے چنانچہ آپ کے پاؤں لہو لہان ہو گئے۔ اور زیدؓ تو آپ کو بچاتے ہوئے سخت زخمی ہوئے۔ مگر ظالموں کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ وہ آپ کے پیچھے چلتے گئے۔ جب تک شہر

سے کئی میل دور کی پہاڑیوں تک آپؐ پہنچ گئے انہوں نے آپؐ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ جب یہ لوگ آپ کا پیچھا کر رہے تھے تو آپ اس ڈر سے کہ خدا تعالےٰ کا غضب ان پر نہ بھڑک اٹھے۔ آسمان کی طرف دیکھتے اور نہایت الحاح سے دعا کرتے۔ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔ الٰہی ان لوگوں کو معاف کر کہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

آپؐ وطن عزیز سے نکالے گئے اور دو تین سو میل دور یثرب میں پناہ لی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جو ظلم ہوئے ان کی اگر نظیر نہیں مل سکتی تو اللہ کی راہ میں صداقت پر قائم رہنے کے لئے ان کی استقامت بھی بے نظیر تھی۔

حضرت بلالؓ کو امیہ بن خلف چلچلاتی دھوپ میں لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھتا۔ کہ آپ جنبش نہ کر سکیں مگر آپ ہیں کہ اَحَدٌ اَحَدٌ پکار کر توحید پر عزیمت کا برملا اظہار کرتے رہے۔

حضرت خبابؓ کو مشرکین دھکائے ہوئے انگاروں پر لٹاتے اور ایک شخص سینہ پر سوار ہو جاتا کہ حرکت نہ کر سکیں اور اس وقت تک لٹائے رکھتے جب تک جسم سے رطوبت نکل نکل کر آگ کو سرد نہ کر دیتی۔ مگر باوجود اس قدر ایذا رسانی کے ان کے ایمان باللہ کو بال بھر بھی متزلزل نہ کر سکے۔

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ابوجہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت عمارؓ کو دوپہر کے وقت انگاروں پر لٹاتے۔ پانی میں غوطہ دیتے۔ ایک مرتبہ انہیں انگاروں پر لٹایا جا رہا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپؐ نے حضرت عمارؓ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔

يَا نَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى عَمَّارٍ كَمَا كُنْتِ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

اچھا ہونے کے بعد آپ کی پیٹھ پر زخموں کے نشانات باقی رہے۔ لیکن ان صدمات اور تکالیف کے باوجود ان کے ایمان میں کوئی لغزش نہ آئی۔

حضرت خبیبؓ کو دھوکہ اور بدعہدی سے کفار نے پکڑا۔ اور بنو حارث بن عامر کے پاس فروخت کر دیا۔ وہ انہیں قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے کر گئے۔ حضرت خبیب نے ان سے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت لی۔ اور نماز کے بعد فرمایا میں نماز لمبی کرتا اگر تم یہ خیال نہ کرتے۔ کہ میں گھبراہٹ اور ڈر سے ایسا کر رہا ہوں پھر انہوں نے دعا کرتے ہوئے یہ شعر پڑھے ؎

فَلَسْتُ اُبَالِىْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَىِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِىْ
وَذٰلِكَ فِىْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ
يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

ترجمہ: جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کیا جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر میں کس پہلو گرتا ہوں۔ کیونکہ یہ شہادت اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے اور وہ میرا مولیٰ چاہے تو میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اعضاء اور جوڑوں پر برکت نازل کر سکتا ہے۔

حضرت حرام بن ملحان ان ستر قاریوں میں سے تھے جن کو تعلیم دین کے بہانے سے جا کر شہید کر دیا گیا۔ حضرت حرام اپنے ساتھیوں کو منزل کے قریب چھوڑ کر پہلے خود اس بستی میں گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر تقریر شروع کی۔ ان بدبختوں کی نیت پہلے ہی بدتھی چنانچہ جب آپ تقریر فرما رہے تھے۔ تو ایک شخص نے پیچھے سے اس زور سے نیزہ مارا کہ ایک پہلو کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ جب جسم سے خون کا فوارہ چھوٹا تو حضرت حرام نے اسی خون سے چُلّو بھرا اور منہ اور سر پر پھیرا۔ اور فرمایا فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کے ساتھیوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ بھی پہنچے۔ اور لڑکر شہادت حاصل کی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان تکالیف اور مصائب کے ایام اور ابتلاؤں کے دَور میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد استعینوا بالصبر (اللہ تعالیٰ سے صبر اور استقامت کے ذریعہ مدد چاہو) پر جس رنگ میں عمل کیا وہ رہتی دنیا تک جماعت مومنین کے لئے ایک روشن مینار کا کام دیتا رہے گا۔

ابتلاؤں کے دَور میں جس قسم کا کردار جماعت مومنین کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس میں طریق استقامت اتنا آسان نہیں جو بغیر نصرت اور تائید الٰہی کے اپنایا جا سکے۔ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے استعینوا بالصبر فرمایا تو ساتھ ہی والصلوٰۃ بھی فرما دیا۔ کہ استقامت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہی دروازہ کو کھٹکھٹاؤ اور اسی سے ہی قوت و طاقت کی التجا کرو۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ وقت جماعت کے امتحان کا ہے دیکھیں کون ساتھ دیتا ہے۔ اور کون پہلوتہی کرتا ہے اس لئے ہمارے بھائیوں کو استقامت کی بہت دعا کرنی چاہیئے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ کے لئے وسیع حوصلہ ہو کر مال و زر سے ہر طرح سے امداد کے لئے تیار ہونا چاہیئے۔ ایسے ہی وقت ترقی درجات کے ہوتے ہیں ان کو ہاتھ سے نہ گنوانا چاہیئے۔ ....."

(البدر جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۶ فروری ۱۹۰۳ء)

ابتلاؤں میں دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ابتلاؤں کے آنے میں ایک سر یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گداز ش ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اور بے صبری اور بیقراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کبھی بھی خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول کرنے والا ہے....." (الحکم جلد ۷ نمبر ۱۲ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں استقامت کے لئے متعدد دعائیں سکھائی ہیں مثلاً

۱۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران آیت ۹)

اے ہمارے رب تو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت کے سامان عطا کر۔ یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

۲۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (بقرہ آیت ۲۵۱)

اے ہمارے رب ہم پر قوتِ برداشت نازل کر اور میدانِ جنگ میں ہمارے قدم جمائے رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد کر۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جب احمدیت کی صد سالہ جوبلی کا منصوبہ جماعت کے سامنے پیش کیا تو اپنی نورِ فراست سے پیش آمدہ حالات کو بھانپتے ہوئے جماعت کو اس دعا پر التزام کی ہدایت فرمائی۔ کہ کم از کم دن میں گیارہ بار یہ دعا اپنے رب کریم سے مانگا کرو۔ اسی طرح اور دعائیں اس سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث میں کثرت سے بیان ہوئی ہیں۔ احادیث کی دعاؤں میں سے ایک دعا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ جس کو قرآنی دعا کے ساتھ بالالتزام مانگنے کی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تاکید فرمائی ہے۔ اور کم از کم روزانہ گیارہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

جماعت مومنین کو جہاں اپنے لئے صبر و استقامت کی دعائیں کرنی چاہئیں وہاں مخالفین صداقت کی ہدایت کے لئے بھی دعائیں کرنی چاہئیں جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفین اور ایذا دینے والوں کی ہدایت کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔ اور ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے انتہائی ساعی ہونے کا دلائے رکھے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس درد سے اپنی جماعت کو اس سلسلہ میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو ؛ وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار
گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو ؛ کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی ؛ چھوڑ دو ان کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار
چپ رہو تم دیکھ کر ان کے رسالوں میں ستم ؛ دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کر دیں حالِ زار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنا نمونہ پیش کیا ہے کہ آپ کا اس سلسلہ میں کیا کردار ہے حضور فرماتے ہیں ؎

میں نے روتے روتے دامن کر دیا تر درد سے ؛ اب تلک تم میں وہی خشکی رہی باحالِ زار
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف ؛ نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ و بچار
گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دور تر ہیں جا پڑے ؛ ان کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار

ابتلاؤں کے دور میں مخالفین صداقت کے لئے جہاں دعائیں کرنی چاہئیں۔ وہاں ان کی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے اور تبلیغ حق کی مساعی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑنی چاہیئے اور ان کی ہدایت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ہم نے یہ مانا کہ ان کے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں نا امید
آیت لاتیئسوا رکھتی ہے دل کو استوار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس جہر سے لائیں گے بار

ابتلاؤں کے دور میں جماعت مومنین کو اپنا عملی نمونہ ہر لحاظ سے احسن رنگ میں پیش کرنا چاہیئے۔ اور دیگر اعمال صالحہ کے علاوہ بے لوث خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا کر کے ہر کس و ناکس یہاں تک کہ مخالفین اور ایذا پہنچانے والوں کے لئے بھی ایثار اور قربانی پیش کرنی چاہیئے۔ اس کے بالعموم بہت ہی مفید نتائج پیدا

ہوتے ہیں۔ اور نیک فطرت رکھنے والوں کے لئے صداقت کو قبول کرنے کا باعث ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں بھی بے نظیر نمونہ دکھایا۔ اور ہمارے لئے مشعل راہ ہوئے۔ مکہ میں سات سال کا قحط پڑا۔ اور قریش مکہ نے اپنے سردار ابو سفیان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فریاد کے ساتھ بھیجا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قحط سالی کی دوری کے لئے دعا کی۔ بلکہ ثمامہ بن آثال کو حکم دے کر نجد سے اہل مکہ کے لئے غلہ بھجوایا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس بے مثال ہمدردی اور مواسات نے یقیناً قریش کے سنجیدہ طبقہ کو آپ کی تعلیم پر غور کرنے اور پھر قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔ لہذا ابتلاؤں کے دور میں جماعت مومنین کو اس اسوۂ رسول کو بھی کماحقہ اپنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

قرآن کریم سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب پیش آمدہ ابتلاؤں کی خبر جماعت مومنین کو قبل از وقت دے دی جائے۔ اور اس کے مطابق بعینہٖ ابتلاؤں کا دور شروع ہو جائے۔ تو یہ ابتلاء جہاں منافقین کے نفاق کو ظاہر کر دیتے ہیں اور ان کا اندرونہ سب کے سامنے آجاتا ہے۔ وہاں ان ابتلاؤں کا وقوع مومنوں کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ جنگ احزاب کے وقوع اور اس میں کفار کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی سورتوں میں ہی سیھزم الجمع ویولون الدبر کے ربانی ارشاد میں دی گئی تھی۔

چنانچہ جب مختلف قبائل کا ہزاروں کی تعداد میں ایک لشکر جرار مدینہ پر حملہ آور ہوا تو منافقین اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگ گئے تھے۔ ماوعدنا اللہ ورسولہ الا غروراً (احزاب آیت ۱۳) کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے صرف ایک جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ مگر دوسری طرف مومنوں کی حالت کا نقشہ اللہ تعالےٰ نے یوں کھینچا ہے۔

ولما را المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایماناً و تسلیماً۔ (احزاب آیت ۲۳)

جب حقیقی مومنوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو کہا یہ تو وہی لشکر ہے جن کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ بولا تھا اور ان کو اس واقعہ نے ایمان اور اطاعت میں ہی بڑھایا کمزور نہیں کیا۔

اور اسی حقیقی ایمان کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ثابت قدمی دکھائی اور حتی الامکان جرأت اور دلیری سے مقابلہ کیا اور اللہ تعالےٰ نے بھی ان کی قربانیوں کو نوازا اور فتح اور کامرانی سے ہمکنار کیا۔

قرآن کریم تمام دنیا کے لئے اور تا قیامت ہونے والے مومنین کی جماعتوں کے لئے ہدایت کامل ہے اور اس لحاظ سے اس میں اس زمانہ کی جماعت مومنین کے لئے بھی مکمل راہ نمائی موجود ہے۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آیت قرآنی ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات (بقرہ آیت ۱۵۶) کی تفسیر اپنے ان درسوں میں جو آپ نے ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۲ء میں دیئے تھے، (یعنی پچاس پچپن سال قبل) بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے پانچ قسم کے ابتلاؤں کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تم ان ابتلاؤں میں سے گزرے بغیر اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

۱۔ ایک ابتلاء تو یہ ہوگا کہ دشمنوں کے حملوں کا خوف تمہیں لاحق ہوگا۔ ساری قومیں تمہارے خلاف کھڑی ہو جائیں گی اور تم پر حملہ کریں گی۔ حکومتیں تم سے ناراض ہو جائیں گی اور تمہیں مٹانے کی کوشش کریں گی۔ یہ چیزیں ایسی ہیں جن سے بزدل لوگ ڈر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا جانے اب کیا ہوگا۔ اور بہت سے لوگوں کے حوصلے اس خوف کی وجہ سے پست ہو جاتے ہیں اور ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ پبلک اور حکومت نے ہمارے خلاف جتھہ بنالیا ہے یا پنچائت نے ہمارے خلاف فیصلہ کر دیا ہے۔

۲۔ "پھر اس سے ترقی ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ بھوک کے ذریعہ مومنوں کے ثبات قدم کا امتحان لیتا ہے۔ بھوک کی تکلیف سے یہ مراد ہے کہ جب خدا تعالےٰ کے مامور کی آواز پر ایک گروہ جمع ہو جاتا ہے تو لوگ ان کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ ملازمتوں سے برخواست کر دیتے ہیں۔ دوکانوں سے سودا نہیں دیتے۔ پیشہ وروں سے کام لینا بند کر دیتے ہیں۔ گویا پہلے تو صرف دھمکیاں دیتے ہیں۔ جن کی وجہ سے خوف لاحق ہوتا ہے کہ وہ کہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔ مگر دوسرے قدم پر عملی رنگ میں بھوک اور افلاس کے سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کو کوئی سودا نہیں دیتا۔ ان کے پاس غلہ نہیں بیچتا۔ جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا تو ہر قسم کی کھانے پینے کی چیزیں روک لی گئیں۔ اور یہ بائیکاٹ کا سلسلہ ایک لمبے عرصہ تک جاری رہا۔"

۳۔ "پھر فرماتا ہے کہ ان مصائب کا سلسلہ یہیں تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ تمہارے مالوں کا لوٹنا بھی جائز قرار دے دیا جائے گا۔ گویا پہلے تو اپنے پاس سے مال واسباب اور سودا

اور غلّہ وغیرہ دینا بند کیا جائے گا۔ اور پھر مومنوں کے پاس جو کچھ اندوختہ ہو گا اسے بھی لوٹنا جائز قرار دے دیا جائے گا۔"

۴۔ "لیکن جب اس سے بھی کچھ نہیں بنتا تو پھر وہ مومنوں کی جانوں پر حملہ شروع کر دیتے ہیں۔"

۵۔ "لیکن جب وہ جان دینے سے بھی باز نہیں آتے۔ تو ان کی اولاد پر حملے کرنے لگ جاتے ہیں ..... وہ چاہتے ہیں کہ اس ذریعہ سے جماعت کو دکھ پہنچائیں۔ اس طرح ثمرات کے نقصان سے یہ بھی مراد ہے کہ دشمن ان کی کوششوں میں رخنہ ڈالیں گے۔ اور انہیں مختلف قسم کے منافع سے محروم کرنے کی کوشش کریں گے ....." (تفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۲۹۲)

آخر میں پھر عرض کروں گا کہ ابتلاء جماعت مومنین کے لئے کھاد کا کام دیتے ہیں۔ مخالفت کی شدّت ہی نیک طبعوں کی توجہ مامور زمانہ اور الٰہی جماعت کی طرف پھیرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا تھا ؎

ولولا ثناء اللہ ما ذال جاھل ٭ بیشاٹ ولا یدری مقام دجیھر
فھذا علینا منۃ من ابی الوفا ٭ اری کل محجوب حیائی فنشکر

الغرض جماعت مومنین کا کردار ابتلاؤں کے دور میں وہی چاہیئے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کردار تھا اور جس کی خواہش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود مہدی معہود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

"چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آئے۔ اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن و حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو۔ اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اور اپنے مولےٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو۔ اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ۔ و لا تموتنّ الّا وانتم مسلمون" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۸)

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

جماعت کے افراد میں باہمی محبت، رأفت اور چشم پوشی کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم

(از جناب شیخ مبارک احمد صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

اللہ تعالےٰ نے مومنوں کی تعریف میں فرمایا ہے۔ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور رحمت کا سلوک کرتے ہیں۔ باہمی رحمت اور مودّت کا بنیادی اصول قرآن کریم کی آیت تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ (المائدہ آیت ۳) ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے کہ ایک دوسرے سے بِرّ اور تقویٰ میں تعاون کریں۔ بِرّ کے معنے نیکی کے ہیں ایسی نیکی جو دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔ اس میں ایصالِ خیر کا پہلو پایا جاتا ہے۔ تقویٰ کے معنے ہیں بچنا۔ بُرے کاموں سے بچنا۔ گناہوں سے بچنا۔ کسی کو اذیت اور تکلیف دینے سے بچنا۔ اور اپنے آپ کو ہر شر سے محفوظ رکھنا۔ اسی طرح تقویٰ میں ترکِ شر کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اصل نیکی اور صحیح نیکی تبھی ہو سکتی ہے۔ جس میں یہ دونوں پہلو موجود ہوں۔ دوسرے کی بھلائی خیر خواہی اور ہمدردی کی جائے اور بنی نوع انسان اور مخلوقات کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی جسمانی اور روحانی ترقی کا انتظام کیا جائے۔ اور ان کو ہر قسم کی ایذا پہنچانے سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ یعنی کوئی ایسا کلام اور کوئی ایسی حرکت ہاتھ سے یا پاؤں سے یا آنکھوں سے سرزد نہ ہو جو کسی کے لئے باعث تکلیف ہو۔ جب کسی نیکی میں یہ دونوں پہلو مدنظر ہوں تو وہ حقیقی نیکی کا جامہ اختیار کرے گی۔

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنی بنیادی صفاتِ اربعہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جو اخلاق باری تعالےٰ کا ایک حسین اور کامل نقشہ پیش کرتی ہیں۔ ان صفات پر مبنی اخلاق کو جو کوئی بھی اپنائے گا۔ اور ان اخلاق کو اپنے عمل سے پروان چڑھائے گا۔ وہ ایک کامیاب حسین اور امن وسلامتی کے معاشرہ کو قائم کرنے والا ہوگا وہ اخلاق جو ربوبیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اخلاق جو رحمانیت کے جلوہ کو اجاگر کرتے ہیں۔ اور وہ اخلاق جو رحیمیت اور مالکیت کے نور سے روشن ہوتے ہیں۔ وہ معاشرہ کے کردار طبقہ کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ بنی نوع

انسان کی ہمدردی اور باہمی اخوت و محبت اور اپنے کمزور بھائیوں کی مدد اور ان کو تقویت دے کر بِرّ و تقویٰ کے کاموں میں ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ ان اخلاق کا جو سورۃ فاتحہ کی صفات اربعہ میں بیان کئے گئے ہیں اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔

سورۃ فاتحہ میں جن بنیادی صفات الٰہیہ کا ذکر ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے ہر شخص کو حصہ لینا چاہیئے۔ ان اخلاق میں جماعت اور قوم کی مضبوطی کا راز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اس میں سب سے پہلی صفت رب العالمین بیان کی ہے جس میں تمام مخلوقات شامل ہیں۔ اسی طرح پر ایک مومن کی ہمدردی کا میدان سب سے پہلے اتنا وسیع ہونا چاہیئے کہ تمام چرند پرند اور کل مخلوق اس میں آجاوے۔ پھر دوسری صفت رحمٰن کی بیان کی ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تمام جاندار مخلوق سے ہمدردی خصوصاً کرنی چاہیئے۔ اور پھر رحیم میں اپنی نوع سے ہمدردی کا سبق ہے۔ غرض اس سورۂ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ گویا خدا تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے بندہ کو حصہ لینا چاہیئے۔ اور وہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص عمدہ حالت میں ہے تو اس کو اپنی نوع کے ساتھ ہر قسم کی ممکن ہمدردی سے پیش آنا چاہیئے۔ اگر دوسرا شخص جو اس کا رشتہ دار ہے یا عزیز ہے خواہ کوئی ہے اس سے بیزاری ظاہر نہ کی جائے۔ اور اجنبی کی طرح اس سے پیش نہ آئیں۔ بلکہ ان حقوق کی پرواہ کریں جو اس کے تم پر ہیں۔ اس کو ایک شخص کے ساتھ قرابت ہے۔ اور اس کا کوئی حق ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیئے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ۳ صفحہ ۳۴۵)

اخلاق کی درستی کے لئے محنت اور کوشش اور محاسبہ نفس کے مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص اس محاسبہ و مطالعہ سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی اخلاقی تربیت کے مشن میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ اور اخلاقی قوتوں کے حصول کے ساتھ وہ دوسروں کی بہتری اور بھلائی کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور ایسے طریقوں سے بچ جاتا ہے۔ جو باہمی منافرت بغض اور عناد پیدا کرنے کا موجب ہوجاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:-

"اخلاق کا درست کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جب تک انسان اپنا مطالعہ نہ کرتا رہے یہ اصلاح نہیں ہوتی۔ زبان کی بداخلاقیاں دشمنی ڈال دیتی ہیں اس لئے اپنی زبان کو ہمیشہ قابو میں

رکھنا چاہیئے۔ دیکھو کوئی شخص ایسے شخص کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا جس کو وہ اپنا خیر خواہ سمجھتا ہے۔ پھر وہ شخص کیسا بے وقوف ہے جو اپنے نفس پر بھی رحم نہیں کرتا اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے جبکہ وہ اپنے قوٰے سے عمدہ کام نہیں لیتا۔ اور اخلاقی قوتوں کی تربیت نہیں کرتا۔ ہر شخص کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد سوم ص ۳۴)

البتہ ایسا شخص جو سلسلہ اور اسلام سے اعلانیہ باہر ہو گیا ہے اور وہ گالیاں نکالتا اور سخت دشمنی کرتا ہے اس کا معاملہ اور ہے۔ صحابہؓ کو بھی اس قسم کی مشکلات پیش آئیں۔ بے شک انہوں نے قطع تعلق تو کیا لیکن اخلاق کو مدنظر رکھا۔ اور ان کے ساتھ کسی لمحہ بھی بد اخلاقی کا معاملہ نہیں کیا۔ ایسے لوگوں سے ان کے حالات اور مراتب کے مطابق صحابہؓ نے بھی معاملہ کیا۔ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اخلاق کے لحاظ سے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا۔ پھر ان کے علاوہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو جماعت کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ لیکن وہ سب ایک درجہ پر نہیں ہوتے۔ کچھ کمزور سست رفتار۔ کچھ عملی لحاظ سے ڈھیلے ہوتے ہیں۔ ایسے بھائیوں کے لئے سورۂ فاتحہ میں مذکور صفاتِ الٰہیہ کے رنگ میں رنگین انسان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ان کی بھی ربوبیت کرے۔ ان کو بچانے ان کی اصلاح اور جماعت کا صحت مند فرد بنانے کے لئے ان کمزوروں کی مدد کرے۔ نہ کہ ان کو دھکا دے کر ہمیشہ کے لئے تباہ کر دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے ایسے کمزور افراد کی ترقی اور مضبوطی کے لئے اس نکتہ کی طرف بہت پُر اثر انداز میں توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔

"اصل بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر ساری جماعت ایک درجہ پر نہیں ہوتی۔ کیا ساری گندم تخم ریزی سے ایک ہی طرح نکل آتی ہے۔ بہت سے دانے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو چڑیاں کھا جاتی ہیں۔ بعض کسی اور طرح سے قابل ثمر نہیں رہتے۔ غرض ان میں سے جو ہونہار ہوتے ہیں ان کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔ خدا تعالےٰ کے لئے جو جماعت تیار ہوتی ہے۔ وہ بھی کسز دع ہوتی ہے۔ اسی لئے اس اصول پر اس کی ترقی ضروری ہے۔ پس یہ دستور ہونا چاہیئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جائے اور ان کو طاقت دی جائے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں ایک تیرنا جانتا ہے دوسرا نہیں تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

کمزور بھائیوں کو بار اٹھاؤ۔ عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جائے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۴۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نکتہ کی طرف جب توجہ دلائی تو در اصل آپ کے مدنظر اسلام کی وہ اعلیٰ تعلیم اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ اعلیٰ اخلاق تھے۔ جو اس حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے صحابہؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"صحابہؓ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو۔ کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت۔ ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔ دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے۔ اور جب چار مل کر بیٹھیں تو اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں۔ اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں۔ اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں۔ اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیئے بلکہ اجماع میں چاہیئے کہ قوت آجائے اور وحدت پیدا ہو جاوے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۴۸)

جماعت میں ترقی اور اس میں سرسبزی آنے کا یہی طریق ہے۔ کہ ہم سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق کو اختیار کریں۔ اور اس بارے میں پوری قوت اور پورے عزم کے ساتھ کوشاں ہوں کہ کمزوروں کو اٹھایا جائے۔ سست رفتاروں کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ تا وہ انجام بد سے بچ جائیں۔ حضور علیہ السلام نے بڑی تاکید کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔ جس کو پوری قوت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاص سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے۔ محبت کرے اور اسے نرمی و اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے۔ ہمدردی نہ کی جائے۔ اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کر کے پردہ پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو۔ تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے

کے جوارح ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ اور اس کو الگ سمجھایا جاتا ہے بھائی کی پردہ پوشی کبھی نہیں چاہتی کہ اس کے لئے اشتہار دے۔ پھر جب خدا تعالےٰ بھائی بناتا ہے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؟ دنیا کے بھائی اخوت کا طریق نہیں چھوڑتے میں مرزا نظام دین وغیرہ کو دیکھتا ہوں کہ ان کی اباحت کی زندگی ہے۔ مگر جب کوئی معاملہ ہو تو تینوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ فقیری بھی الگ رہ جاتی ہے۔ بعض وقت انسان جانور۔ بندر یا کتے سے بھی سیکھ لیتا ہے۔ یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو۔ خدا تعالےٰ نے صحابہؓ کو بھی یہی طریق نعمت واخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالےٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔ اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کرے گا۔ خدا تعالےٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں اس نے وعدہ کیا ہے۔

جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ .....

۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب بچے جوان۔ بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں۔ اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔ کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جدا جدا ہیں۔ مگر آج تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے۔ اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۳۴۸ - ۳۴۹)

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ارشادات کی تعمیل میں اپنے کمزور بھائیوں کے لئے تقویت کا موجب بنائے اور وہ اخلاق باری تعالےٰ کو اختیار کرتے ہوئے ان کی ایسی ربوبیت کریں کہ وہ قوم کے مضبوط فرد بن کر جماعت کی مضبوطی کا باعث بنیں۔

اللّٰھُمَّ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن۔

یہودیوں کی طرف سے شائع کردہ محرّف اناجیل

سید عبد الحی

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے یہود سے اپنی ناراضگی کے ذکر میں ان کے اہم جرائم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (البقرہ ۷۳)

کہ جب تم نے ایک عظیم شخصیت کو قتل کرنے کی پوری کوشش کی اور پھر تم نے اس کا الزام دوسروں پر لگانے کی جسارت کی۔ اور اللہ جو کچھ تم چھپانے کی کوشش کرتے ہو اسے ظاہر فرمادیگا (تفسیر کبیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

آج تک عیسائیوں کی طرف سے جتنی اناجیل شائع ہوتی رہی ہیں۔ ان میں واضح طور پر لکھا ہے کہ یہود نے مسیح ناصری علیہ السلام کو صلیب پر قتل کرنے کی پوری کوشش کی۔ اور اپنی دانست میں وہ اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب بھی ہو گئے۔ لیکن عیسائیوں کی مادی اور سیاسی ترقیات سے استفادہ کرنے کی غرض سے اب یہودی اس دعوے کو نہ صرف واپس لینا چاہتے ہیں بلکہ قتل اور صلیب کا الزام اپنے سر سے اتار کر رومن حکومت کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔

۱۹۷۰ء میں اسرائیل کے ایک یہودی اشاعتی ادارے JUDAEAN PUBLISHING HOUSE نے یروشلم (بیت المقدس) سے عہد نامہ جدید کا یہودی ورشن NEW TESTAMENT JUDAEAN & AUTHORIZED VIRSION. انگریزی زبان میں شائع کیا ہے جس میں پوپ پال ششم کے ۱۹۶۵ء کے اس اعلان سے جرأت پاکر کہ

"جو کچھ مسیح کے خلاف کیا گیا اس کا جرم نہ مسیح کے زمانہ کے تمام یہود پر لگ سکتا ہے اور نہ موجودہ زمانہ کے یہود اس میں ملوث قرار دیئے جاسکتے ہیں"

چنانچہ عہد نامہ جدید کے وہ تمام حوالے بڑی جسارت سے بدل دیئے گئے ہیں۔ جن میں مسیح کے صلیب دیئے جانے کا جرم یہود پر لگ سکتا ہے۔ چنانچہ ایک اندازے کے مطابق چاروں مروجہ اناجیل میں ۱۵۳ مقامات اور اعمال ارسل میں ۶۵ مقامات پر واضح تحریف کی گئی ہے۔ یہود کے متعلق اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں باربار فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنے

مقاصد کے لئے اپنی مقدس کتابوں میں تحریف کرتے ہیں۔ (البقرہ ۷۶ - المائدہ ۱۴)

موجودہ محرف انجیل کی اشاعت قرآن کریم کے الہام کا ایک ثبوت ہے۔ ذیل میں اناجیل کی وہ چند آیات دی جاتی ہیں جن میں واضح طور پر تحریف کی گئی ہے۔

۱۔ متی ۲۶ : ۳ - ۴۔ اس وقت سردار کاہن اور قوم کے بزرگ کائفا نام سردار کاہن کے دیوان خانہ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ مسیح کو فریب سے پکڑ کر قتل کریں۔

قتل کریں کی بجائے "جلا وطن کریں" کیا گیا ہے۔

۲۔ متی ۲۶ : ۴۷، ۴۸ وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو ان بارہ میں سے ایک تھا آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لئے سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں کی طرف سے آپہنچی۔

سردار کاہن اور قوم کے بزرگ چونکہ یہود تھے اس لئے خط کشیدہ الفاظ متن سے نکال دیئے گئے۔

۳۔ متی ۲۷ : ۱ جب صبح ہوئی تو سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوع کے خلاف مشورہ کیا کہ اسے مار ڈالیں۔

مار ڈالنے کی بجائے "اس سے معاملہ کریں" کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

۴۔ متی ۲۷ : ۲۲-۲۶ پیلاطوس نے ان سے کہا پھر یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے کیا کروں؟ سب نے کہا اس کو صلیب دی جائے۔ اس نے کہا کیوں؟ اس نے کیا برائی کی ہے؟ مگر وہ اور بھی چلا چلا کر کہنے لگے کہ اس کو صلیب دی جائے۔ جب پیلاطوس نے دیکھا کہ کچھ بن نہیں پڑتا بلکہ الٹا بلوا ہوا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے روبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا میں اس راستباز کے خون سے بری ہوں تم جانو۔ سب لوگوں نے جواب میں کہا۔ اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر

خط کشیدہ الفاظ کو بدل کر "اس کا خون اس کی گردن پر" لکھ کر اپنی دانست میں اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو مسیح کے خون سے بری کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مروجہ انجیل کی عبارت

Then answered all the people and said "His blood is on us and on our children"

اور محرف نسخہ کی عبارت ہے۔

Then answered the rabble and said his blood be upon him.

۵۔ مرقس ۱۰: ۳۲-۳۳۔ پھر وہ ان بارہ کو لے کر وہ باتیں بتانے لگا جو اس پر آنے والی تھیں کہ دیکھو ہم یروشلم کو جاتے ہیں اور ابن آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا۔ اور وہ اس کے قتل کا حکم دیں گے۔

خط کشیدہ الفاظ کی بجائے "وہ اس سے معاملہ کریں گے" کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

۶۔ مرقس ۱۴: ۱ دو دن کے بعد فسح اور عید فطیر ہونے والی تھی اور سردار کاہن اور فقیہہ موقعہ ڈھونڈ رہے تھے کہ اسے کیونکر فریب سے پکڑ کر قتل کریں۔

قتل کریں کی بجائے "جلاوطن" کریں کیا گیا ہے۔

۷۔ مرقس ۱۵: ۹-۱۴ پیلاطوس نے دوبارہ ان سے کہا۔ پھر جسے تم یہودیوں کا بادشاہ کہتے ہو اس سے میں کیا کروں۔ وہ پھر چلاّئے۔ اسے صلیب دے۔ اور پیلاطوس نے ان سے کہا کہ اس نے کیا بُرائی کی ہے۔ وہ اور بھی چلاّئے کہ اسے صلیب دے۔

صلیب دینے کی بجائے "ہم سے دُور کر دے" کے الفاظ شامل کئے گئے ہیں۔

۸۔ لوقا ۲۲: ۱ اور عید فطیر جس کو عید فسح کہتے ہیں نزدیک تھی اور سردار کاہن اور فقیہہ موقعہ ڈھونڈ رہے تھے کہ اسے کس طرح مار ڈالیں کیونکہ لوگوں سے ڈرتے تھے۔

مار ڈالیں کی بجائے اس کو "تنگ کریں" کے الفاظ شامل متن کئے گئے ہیں

۹۔ لوقا ۲۳: ۲۰-۲۱۔ پیلاطوس نے یسوع کو چھوڑنے کے ارادہ سے پھر ان سے کہا لیکن وہ چلاّ کر کہنے لگے کہ اس کو صلیب دے صلیب!"

"صلیب دے صلیب" کی بجائے "اس کو ہم سے دور کر دے کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

۱۰۔ یوحنا ۵: ۱۶-۱۸۔ اس سبب سے یہودی اسے اور بھی زیادہ قتل کرنا چاہتے تھے کی بجائے اس کو "تنگ کرنا چاہتے تھے" کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

۱۱۔ یوحنا ۷: ۱۹ کیا موسیٰ نے تمہیں شریعت نہیں دی تو بھی تم میں سے شریعت پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ تم کیوں میرے قتل کی کوشش میں ہو" کی بجائے "تم کیوں مجھے تنگ کرنے کے درپے ہو" کے الفاظ درج کئے گئے ہیں۔

۱۲۔ یوحنا ۱۹: ۱۶   اس پر اس (پیلاطوس) نے اس کو ان (یہودیوں) کے حوالہ کیا تاکہ مصلوب کیا جائے۔
پس وہ یسوع کو لے گئے تاکہ اسے صلیب دیں"۔ اس کی بجائے لکھا ہے کہ اس نے اس کو
رومیوں کے سپرد کیا تاکہ اسے صلیب دیا جاسکے۔ یعنی

They delivered he him therefore
unto them to be crucified
کی بجائے
Then delivered he him therefore
unto Romans to be crucified
کے الفاظ متن میں داخل کئے گئے ہیں۔

۱۳۔ اعمال ۲: ۲۲-۲۴۔ اے اسرائیلیو! سنو! یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر
ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا تعالیٰ نے اس کی معرفت
تم میں دکھلائے۔ چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو۔ جب وہ خدا کے مقررہ کردہ انتظام اور علم
سابق کے موافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اسے مصلوب کروا کر
مار ڈالا۔

اس کی بجائے محرف انجیل میں لکھا ہے۔
Ye have taken and the Romans
hand have crucified and slain
him

تم نے اسے پکڑا اور رومیوں نے اسے صلیب دیکر قتل کر دیا۔

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی اول ۱۳۵۶ ہش / ۱۹۷۷ء

امتحان انصار اللہ سہ ماہی اول منعقدہ مارچ ۱۹۷۷ء کا نتیجہ مرتب کر لیا گیا ہے جو کہ مجالس کو بھجوایا جا
رہا ہے۔ اس امتحان میں مکرم عبد القادر صاحب بھٹی جہلم شہر اوّل اور مکرم مولوی بشیر احمد صاحب قادیانی دارالصدر
شرقی ربوہ دوم قرار دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ نمایاں کامیابی ان کو مبارک کرے۔ آمین
(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ

اسلام کی مدافعت میں امتیازی لٹریچر

اکابرینِ اسلام کا اعتراف اور خراجِ تحسین

(از جناب شیخ نور احمد صاحب فاضل)

(۱)

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانانِ عالم کو عظیم بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ کَیْفَ تَھْلِکُ اُمَّتِیْ اَنَا فِیْ اَوَّلِھَا وَالْمَسِیْحُ فِیْ اٰخِرِھَا۔ یعنی میری امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جبکہ اس کے آغاز میں میرا وجود ہے اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہوں گے۔ اس ارشاد نبوی میں جہاں بشارت کا پہلو موجود ہے۔ وہاں ہولناک خطرات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ معاندین اسلام ہر قسم کے حربے بروئے کار لائیں گے۔ تا اسلام کو گزند پہنچائیں۔ چنانچہ مخالفِ اسلام تحریکات کی تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ اٹھارویں صدی میں مسلمانوں کو جہاں سیاسی تنزل کے المناک ایام دیکھنے پڑے۔ وہاں عیسائیت کا عروج برطانوی حکومت کے زیر سایہ بڑھنا شروع ہوا۔ یورپین پادریوں نے مسیحی مذہب کو فروغ اور ترقی دینے کے لئے مسلمانوں کے اس زوال اور زبوں حالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کے خلاف انتقادات اور مسموم اعتراضات کی یورش کی۔ پادریوں نے اسلام بانیٔ اسلام اور قرآن کریم کے خلاف کتب کا انبار لگا دیا۔ عیسائیوں کے اس معاندانہ رویہ کو

> "اے تمام وہ لوگو! جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے وثوق کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔"

دیکھتے ہوئے آریہ سماج کے کیمپ نے بھی اسلام کے خلاف انتہائی جارحانہ رویہ اختیار کیا اور اشتعال انگیز لٹریچر شائع کرنا شروع کر دیا۔ عیسائیت نے ایک منصوبے کے ماتحت پنجاب کے تمام اضلاع میں پادریوں کا جال بچھا دیا۔ اور پنجاب کو جیسا کہ رابرٹ کلارک نے تحریر کیا ہے وسط ایشیا میں عیسائیت کے مشنری کام کے لئے قدرتی (BASE) قرار دیا۔ عیسائی منادحکومت کے زیرسایہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان موازنہ کرتے حضرت مسیح کو افضل اور انسانیت کے لئے نجات دہندہ قرار دیتے عیسائی منادوں کی جرأت اور بے باکی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ ساری دنیا کو بشمول اسلامی ممالک اور مکہ معظمہ عیسائیت کی آغوش میں لے آنے کے عزم کا اظہار کر رہے تھے۔ بیروز لیکچرز میں ہے کہ

صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہونچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکّہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا۔"

عیسائیت کا اثر و نفوذ اور تبلیغی سیل مواج ہر طرف بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ چنانچہ ان کا یہ خیال تھا کہ

"وہ تمام ترقی جو عیسائیت کو انیسویں صدی میں نصیب ہوئی تھی۔ وہ بہت سے عیسائیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے۔ جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہے۔" (بیروز لیکچرز)

(۲)

تاریخ شاہد ناطق ہے کہ اس قسم کے نازک حالات میں صرف ایک ہی شخص بطل اسلام کی حیثیت سے میدان میں نمودار ہوا۔ اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام تھے۔ آپ نے بڑے وثوق اور خدائی توکل سے آواز بلند کی اور فرمایا ؎

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

آپ نے اسلام کی حالتِ زار کو دیکھ کر خداتعالیٰ کے حضور التجا کی۔ ؎

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

آپ اپنی مشہور تصنیف "براھین احمدیہ" کے منصۂ شہود پر آنے سے متعارف ہوئے۔ اس کتاب میں آپ نے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کے مطابق حقانیت اسلام پر زبردست دلائل تحریر کئے

آپ نے اس عظیم کتاب کے جواب لکھنے والے کو انعامی چیلنج دیا کہ کوئی غیر مسلم اس کتاب کے دلائل کا جواب دے۔ لیکن تاریخ اور واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ کسی دشمنِ اسلام کو اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ علمائے اسلام نے اس کتاب پر ریویو کئے اور اس کتاب کو زمانہ کی ضرورت قرار دیا۔ اہلحدیث کے مشہور لیڈر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے طویل تبصرہ تحریر کیا جس میں لکھا کہ

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی ..... اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔"

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اسلام کے مخالف مذاہب کو دلائل سے توڑا۔ اور اسلام پر جو حملے ہو رہے تھے ان کو دلائل و براہین کی رو سے پسپا کیا۔ چنانچہ آپ کا یہ ایک نمایاں کارنامہ ہے۔ کہ آپ نے اسلام کی اشاعت و حمایت میں افادی لٹریچر تیار کیا۔ یہ ایک ناقابلِ انکار تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں اور آریہ سماج میں تبلیغ اسلام کے لئے کوئی اہم لٹریچر موجود نہ تھا جو علمی رنگ میں مخالفین اسلام کے معاندانہ اور جارحانہ لٹریچر کا مدلل جواب ہوتا۔ آپ نے ایسا لٹریچر تحریر کیا جس نے مخالفین اسلام کے عقائدِ باطلہ کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ آپ کس پُرشوکت انداز سے فرماتے ہیں:۔

"ان کے مذہب (عیسائیت) کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے اس ستون کو پاش پاش کر دو۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔"

آپ کی عیسائیت کے خلاف نور القرآن۔ انجام آتھم۔ جنگ مقدس۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ چشمہ مسیحی۔ مسیح ہندوستان میں وغیرہ کتب نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کی خواہش پر عیسائیوں سے مناظرات بھی کئے۔ ایک دفعہ انجمن حمایت اسلام لاہور کو عیسائی پادری عبداللہ جیمز نے تین اعتراضات بغرض جوابات ارسال کئے۔ انجمن مذکور نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ سے ان کے جوابات لکھنے کے لئے رجوع کیا اور آپ کے ایک سوال کے جواب کی اشاعت پر آپ کے تعارف کے لئے تحریر کیا

"موردِ برکاتِ رحمانی مصدرِ انوارِ قرآنی جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان۔"

آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کر کے اور کشمیر میں قبر مسیح کا انکشاف کر کے عیسائیت کی سازش کو ہمیشہ کے لئے ناکام بنا دیا۔ عیسائی صاحبان عموماً کہا کرتے ہیں۔ کہ اکابرین اسلام کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ بانی جماعت احمدیہ کے زبردست دلائل کا یہ اثر ہے کہ سرسید احمد خان مرحوم۔ سر اقبال مرحوم۔ ابوالکلام آزاد۔ مفتی مصر الاستاذ محمد عبدہ شیخ الازہر۔ علامہ رشید رضا۔ الاستاذ محمود شلتوت مفتی مصر و شیخ الازہر الاستاذ مصطفیٰ المراغی۔ مفسر قرآن و شیخ الازہر نے وفات مسیح کا اعتراف کیا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے محکمہ آثار قدیمہ نے ایک پمفلٹ جاری کیا۔ جس میں دعوےٰ کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سرینگر میں دفن ہیں۔ اور وہ صلیب سے بچنے کے بعد فرار ہو کر مشرقی ممالک میں آ گئے۔ (روزنامہ آغاز کراچی ۱۶ مئی ۱۹۷۳ء)

(۳)

آپ نے علمی اور فکری دلائل سے ثابت فرمایا کہ عربی زبان اُم الالسنہ ہے۔ اس موضوع پر آپ نے ایک کتاب منن الرحمٰن تحریر کی۔ آپ نے اس تحقیق کے خلاف لکھنے والے کے لئے پانچ ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان کیا۔ عربی زبان کے ام الالسنہ کا نظریہ اسلام کی بڑی عظیم خدمت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کا نزول عربی زبان میں ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا۔

"اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے۔ جو اس زبان میں نازل ہوئی۔ جو ام الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے"

(۴)

آپ نے معاندین اسلام بالخصوص آریہ سماج۔ اور عیسائیت کے مسلمہ مذہبی لیڈروں کو کئی انعامی چیلنج پیش کئے۔ چنانچہ آپ نے آریہ قوم کو پیشکش کی کہ وہ میری تصنیف "سرمہ چشم آریہ" کا جواب تحریر کرے۔ اور انعام حاصل کرے۔ آپ نے پادری عماد الدین کو اپنی مشہور تصنیف نورالحق کی مثل دو ماہ کے اندر پیش کرنے کی دعوت دی۔ اور اس کے لئے ۵ ہزار روپیہ کا انعام بھی پیش کیا۔ معاندین اسلام کو جو انعامی چیلنج آپ نے دیئے ان کی تعداد اور تفصیل اپنی ذات میں ایک الگ موضوع ہے۔ آپ کے یہ انعامات حقانیت اسلام پر شہادت ناطقہ اور بطور اتمام حجت کے لئے تھے۔

(۵)

۱۸۹۶ء میں بمقام لاہور جلسہ مذاہب عالم منعقد ہوا اس جلسہ میں منتظمین جلسہ کی دعوت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون بھی پڑھا گیا جو "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس کے متعلق خدا تعالےٰ نے آپ کو قبل از وقت یہ اطلاع دی تھی کہ

"مضمون سارے مضمونوں پر غالب رہے گا۔"

چنانچہ خدائی وعدہ کے مطابق ایسا ہی ہوا اور آپ کے ذریعہ اسلام کو عظیم فتح حاصل ہوئی۔ آپ کے مضمون کو سامعین نے بڑے شوق اور کمال دلچسپی سے سنا۔ آپ کے مضمون کے وقت جلسہ کا پنڈال کھچا کھچ بھر گیا۔ اور ملک کے سربرآوردہ اشخاص نے کھڑے ہو کر آپ کی تقریر کو سنا آپ کی تقریر کے وقت جملہ مذاہب کے اشخاص موجود تھے۔ اور سامعین میں سے مسلمان بے اختیار کہہ اٹھے کہ آج اسلام کی فتح ہوئی اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مضمون بالا رہا۔ اس اسلامی فتح کا اعتراف کئی ملکی اخبارات نے کیا۔ اور بڑے نمایاں انداز میں اس اہم خبر کو شائع کیا۔ چنانچہ اختصار کے پیش نظر کلکتہ کے اخبار جنرل گوہر آصفی کا تبصرہ پیش خدمت ہے۔

"اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچے فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔"

یہ وہ عظیم الشان لیکچر ہے کہ جب اس کی اشاعت امریکہ اور یورپ میں The Teachings of Islam کے نام سے ہوئی تو مغربی مفکرین نے اس لیکچر کو سراہا اور تحریر کیا کہ یہ لیکچر اسلام کے مذہب کی بہترین اور سب سے زیادہ دلکش تصویر ہے۔

اس مضمون کا عربی زبان میں بھی الخطاب الجلیل فی فلسفة الاصول الاسلامیة کے عنوان سے ترجمہ کیا گیا۔ عرب دنیا کے اہل فکر و نظر نے اس کتاب کو بہت ہی پسند کیا۔

(۴)

معاندین اسلام نے قرآن پاک کے خلاف انتہائی مسموم لٹریچر بھی شائع کیا۔ آپ نے ان تمام اعتراضات کے شافی جوابات اپنی بعض کتب میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان اعتراضات کے متعلق آپ فرماتے ہیں ؎

جانم کباب شد زغم ایں کتاب پاک
چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

مخالفین اسلام نے قرآن کریم کی تعلیمات کو ایسے رنگ میں پیش کیا جس سے نہ صرف قرآن کریم کے

ساتھ استہزا کیا ہے۔ بلکہ اشتعال انگیزی کرکے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔ آپ کی غیرت اور قلم سیّال نے ان تمام اعتراضات کے علمی انداز سے مدلل جوابات دیئے ہیں۔ آپ کو قرآن مجید سے جو عشق تھا اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے۔

قرآن کریم کی شان کو آپ نے بڑے علمی اور فکری انداز سے نظم و نثر میں تحریر کیا اور اس میں بڑی ہی جاذبیت ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری آپ کے اس شعر کو بڑے ترنم سے پڑھا کرتے تھے ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اسی طرح آپ فرماتے ہیں ؎

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

آپ کی تصنیفات براہین احمدیہ۔ آئینہ کمالات اسلام۔ چشمۂ معرفت۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ کشتی نوح میں فضائل معارف اور نکات قرآن کریم کی عظمت کو ثابت کر رہے ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے غلطی سے قرآن کریم میں ظاہری اختلاف اور تعارض کو دیکھتے ہوئے یہ نظریہ اختیار کر لیا کہ قرآن مجید کی بعض آیات اور احکام منسوخ ہیں۔ عیسائیوں نے اس مسئلہ کو اسلام کے خلاف بطور حربہ کے استعمال کیا۔ چنانچہ منار الحق کا مسیحی مصنف اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہوئے رقمطراز ہے:۔

"پس ہم ان سے پوچھتے ہیں۔ کیا ناسخ آیتیں منسوخ آیتوں کے خلاف نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں اختلاف کثیر ہے۔ پس اب بتاؤ کہ قصد ان کس کی جانب سے ہے" صفحہ ۹۴

آپ نے اس نظریہ کی تردید فرمائی اور تحریر کیا۔

"علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیات قرآنی کا ناسخ قرار دیا ہے ..... لیکن حق یہی ہے کہ حقیقی نسخ اور حقیقی زیادت قرآن پر جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے۔"

(الحق مباحثہ لدھیانہ)

پڑوسی سے حسنِ سلوک

از جناب مسعود احمد صاحب خورشید منتظم اصلاح و ارشاد مجلس انصاراللہ ناظمن ڈیجی کراچی

اسلام کی پاکیزہ اور پیاری تعلیم دنیا بھر کی تعلیموں سے بہترین تعلیم ہے۔ پڑوسی سے سلوک کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء آیت ۳۷)

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور والدین کے ساتھ (بہت) احسان کرو۔ اور نیز رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور اسی طرح رشتہ دار ہمسایوں اور پہلو میں بیٹھنے والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو ان کے ساتھ بھی (اور) جو متکبر اور اترانے والے ہوں انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اس آیت مبارکہ میں پہلا حکم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا۔ اور شرک سے اجتناب کا ہے۔ دوسرا حکم والدین رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے حسن سلوک کا ہے۔ اور ساتھ ساتھ فرمایا وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى۔ اس کے دو معنے ہوسکتے ہیں۔ وہ پڑوسی جو قربت رکھتا ہو۔ یا وہ پڑوسی جو مہربان ہو۔ رشتہ داروں جیسا سلوک روا رکھنے والا ہے۔ اسی طرح وَالْجَارِ الْجُنُبِ کے بھی دو معنے ہوں گے۔ ایک وہ پڑوسی جو دُور رہنے والا ہو۔ یا ایسا ہمسایہ جو مہربان نہ ہو۔ دُوری کا معاملہ روا رکھتا ہو۔ . . . . . اس کے بعد وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فرمایا۔ جس میں بیوی، خاوند، ہم سفر، کاموں میں شریک سب سے قریب ترین ہمسایہ مراد ہوگا۔ اسی طرح مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ بھی۔ اپنے مملوک اور ماتحتوں سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ آیت کے آخر میں خدا تعالیٰ کی بندگی نہ کرنے اور بنی نوع بالخصوص پڑوسیوں سے ہمدردی نہ رکھنے والا خدا تعالیٰ کی نگاہوں میں متکبر قرار دیا اس لئے خدا تعالیٰ انہیں سے محبت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ متکبر

وہی نہیں جو اپنی سواری اور پالان کو سجائے بلکہ تکبّر یہ بھی ہے۔ کہ انسان حق کو ہلکا جانے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

ان احکام میں اسلام نے وضاحت سے مسلمانوں کو یہ توجہ دی ہے۔ کہ وہ اپنے پڑوسیوں کا پورا پورا خیال رکھیں۔ اور ایسا خیال رکھیں جیسے قرابت دار ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ پھر قریبی ہمسایہ کا ہی نہیں بلکہ دوسرے ہمسایہ کا بھی پھر واقف اور ناواقف لوگوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل ہمیشہ مجھے پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہیں وہ اسے وارث ہی نہ بنادے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والا ہے وہ پڑوسی کو دکھ نہ دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ "جو شخص اپنے پڑوسی کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ....."

الغرض اپنے پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا اور ان کی خبر گیری کرنا ان سے تعلقات قائم کرنا اسلامی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ اس غرض سے اپنے انصار بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ کم ازکم اپنے پانچ پڑوسیوں سے میل جول اور تعلقات قائم کریں ان کی خبر گیری کریں۔ اگر ہوسکے تو ان کی ہر ممکن امداد کریں اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کریں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ہم سب کو احکام الٰہیہ پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

"پس سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرّہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کردیگی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبّر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو۔ کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کرلیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ سو تم آپس میں جلد صلح کرو۔ اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلّل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازہ کے لئے تم بلائے گئے ہو۔ اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔" (کشتی نوح)

۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصدی ادا کرنے والی مجالس انصار اللہ

(قسط نمبر ۲)

مندرجہ ذیل مجالس ۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصدی ادا کر چکی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان مجالس کے عہدہ داران اور اراکین پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ اور اموال و نفوس میں برکت ڈالے آمین

۱۔ ٹھٹھہ سندرانہ ضلع جھنگ
۲۔ مراڑہ ظفر وال ضلع سیالکوٹ
۳۔ جیوہر 〃 〃
۴۔ اوچ شریف ضلع بہاول نگر
۵۔ برسا خورد ضلع گجرات
۶۔ چک ۱۱۶ شمالی ضلع سرگودہا
۷۔ تتلے عالی۔ ضلع گوجرانوالہ

مجلس انصار اللہ کوئٹہ نے ۱۹۷۶ء کا بجٹ سو فیصدی ادا کر دیا تھا۔ مگر کسی وجہ سے شائع ہونے سے نام رہ گیا تھا۔ (قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

انصار اللہ متوجہ ہوں

صف دوم انصار اللہ کے قواعد کی تشکیل کے وقت جس کی تفصیل الفضل مورخہ ۸/۵/۷۷ اور ماہنامہ انصار اللہ بابت ماہ اپریل شہادت میں شائع ہو چکی ہے۔ نائب ناظم اعلیٰ۔ نائب ناظم ضلع نائب زعیم اعلےٰ اور نائب زعیم کا عہدہ ختم ہو گیا تھا۔ کیونکہ ان نائبین کو صف دوم کے نائبین مقرر کر دیا گیا تھا۔ مگر نائبین کی ضرورت بہرحال موجود تھی۔ لہذا اس کی ضرورت و اہمیت کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز سے درخواست کی گئی کہ حسب سابق نائب کا ایک عہدہ قائم کر دیا جائے۔ تو حضور نے فرمایا۔

"ٹھیک ہے جس کے لئے عمر کی شرط نہ ہو۔"

مجالس اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ (قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ "انصار اللہ"

ماہنامہ "انصار اللہ" مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان ہے۔ اس رسالہ نے گزشتہ سولہ سال میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تربیت کی ذمہ داری کو بڑے عمدہ رنگ میں پورا کیا ہے۔ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے اس رسالہ کے متعلق فرمایا۔

"یہ رسالہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا جاتا اور ترتیب دیا جاتا ہے۔ اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جلا پیدا کرتے اور روح کو نئی روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔ پس انصار اللہ کو چاہیئے کہ اس رسالہ کو ہر جہت سے ترقی دینے کی کوشش کریں۔"

اس رسالہ کی قیمت صرف دس روپے سالانہ مقرر ہے۔ مجلس شوریٰ انصار اللہ ۱۳۳۸ ہش / ۱۹۵۹ء کے فیصلہ کے مطابق ہر مجلس اپنی گرانٹ میں سے کم از کم ایک رسالہ ضرور جاری کرائے۔ اس لئے ناظمین اعلیٰ / ناظمین اضلاع اور زعمائے اعلیٰ / زعمائے کرام اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں کہ کوئی ایسی مجلس نہ رہے۔ جہاں پر یہ رسالہ جاری نہ ہو۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

ماہنامہ رسالہ انصار اللہ

توسیع اشاعت کے سلسلہ میں آپ کے تعاون کا محتاج ہے

ہمدردی خلائق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

,,پھر میں دیکھتا ہوں ۔ کہ بہت سے ہیں جنکو اپنے بھائیوں کی نسبت کچھ بھی ہمدردی نہیں ۔ مشکلات کے وقت اپنے اوقات ۔ مال طاقت کو دوسرے کے لئے خرچ نہیں کرتے ۔ اور اگر بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا کچھ بھی توجہ نہیں کرتا ۔ اور اس کی خبرگیری کے لئے تیار نہیں ہوتا یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں گرفتار ہو تو اس کے لئے اپنے مال کا کچھ حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبرگیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی آیا ہے کہ ہانڈی میں پانی زیادہ ڈالو اور اپنے ہمسائے کو بھی دو ۔ دیکھو کس قدر تاکید ہمدردی کی ہے ۔ مگر برخلاف اس کے آجکل اس حدیث کی کوئی بھی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں ۔ مگر ہمسایہ سے یہی مطلب نہیں جو اپنے گھر کے ساتھ رہتا ہو بلکہ تمہارے بھائی جو تم سے ہزاروں اور سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر رہتے ہیں وہ سب تمہارے ہمسائے ہیں ۔ تمہیں چاہیئے کہ ان سب پر نیک ظن رکھو ۔ اور ہمدردی کا کسی پہلو سے بھی ان سے دریغ نہ کرو ۔ ہر شخص کو ہر روز مطالعہ کرنا چاہیئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پرداخت کرتا ہے ۔ اس کا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے ۔ خداتعالی تمہاری ہمدردی کا بھوکا نہیں اور نہ اسے کوئی پرواہ ہے وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے احکام نازل کرتا ہے اور تمہاری بہتری کو پسند کرتا ہے۔،،

(تقریر ۱۹۰۳)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا